ڈاکٹر رادھا کرشنن
اور
"غیر مذہبی حکومت"

ڈاکٹر فضل الرحمن

حالیہ واقعات کی وجہ سے ہندوستان کی بین الاقوامی حیثیت کو جو زبردست نقصان پہنچا ہے اس کی تلافی کی غرض سے نیز اقوام عالم کی نظروں میں اپنے کھوئے ہوئے اخلاقی وقار کی بازیابی کے لئے ہندوستانی سیاست دانوں نے جارحانہ پروپگنڈے کی ایک مہم شروع کی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ دنیا پر یہ ثابت کیا جائے کہ "ہندوستان ایک غیر مذہبی مملکت ہے اس کے برعکس پاکستان میں ایک متعصبانہ مذہبی آمریت کا دور دورہ ہے"۔ اس مہم میں وہ یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ اقوام عالم کو اخلاقی اصولوں کی بنیاد پر یہ تصفیہ کرنا چاہئے کہ وہ کس فریق کا ساتھ دیں گے۔ نہ صرف آل انڈیا ریڈیو نے شدت کے ساتھ اس موضوع پر طبع آزمائی شروع کی ہے بلکہ پاکستان پر اپنے جارحانہ اور مکارانہ حملہ کی ناکامی کے بعد مسٹر لال بہادر شاستری نے بھی ایک جلسہ عام میں اسی موضوع پر گل افشانی کی۔ لیکن اس سلسلے میں سب سے زیادہ حیرت ناک ہندوستان کے فلسفی صدر ڈاکٹر رادھا کرشنن کی ایک حالیہ تقریر ہے جنہوں نے ہندوستان اور پاکستان کے تمام نزاعی مسائل کا مدار علیہ اس مسئلہ کو قرار دیا ہے کہ بقول ان کے ہندوستان ایک غیر مذہبی مملکت ہے اور اس کے برعکس پاکستان ایک مذہبی آمریت کے شکنجہ میں کسا ہوا ہے۔

ڈاکٹر رادھا کرشنن کو توقع ہے کہ اس قسم کے مغالطوں سے وہ دنیا کے ایک بڑے حصہ کی موثر رائے عامہ کو اپنی طرف مائل کر سکیں گے اور یقیناً ہندوستانی قیادت بھی عام طور پر یہی سمجھتی ہے کہ پروپگنڈے کا یہی وہ محاذ ہے جس پر عالمی رائے عامہ کو کم سے کم وقت میں اور فیصلہ کن طریقہ پر ہندوستان کا ہمنوا بنایا جاسکتا ہے۔

یہ سوال اٹھانے سے پہلے کہ ھندوستان کے باشندوں کو اس وقت زندگی کے جن حقائق کا سامنا کرنا پڑ رہا ھے ان سے ھندوستانی سیاست دانوں اور ان کے صدر کے ان دعووں کی تائید ھوتی ھے یا تردید؟ یہ ضروری معلوم ھوتا ھے کہ پہلے ھم ایک بنیادی نکتہ کی وضاحت کر دیں جس کو پیش نظر نہ رکھنے سے ھندوستانی ذھن نے اصل مسئلہ میں الجھاؤ پیدا کر دیا ھے اور خود ڈاکٹر رادھا کرشنن جیسے متین اور تجربہ کار فلسفی بھی اس کا شکار ھو گئے ھیں ۔ یہ الجھاؤ اس وجہ سے پیدا ھوا ھے کہ ھندوستان کے ارباب فکر یہ سمجھ بیٹھے ھیں کہ لا دینیت (Secularism) کی اصطلاح "روا داری" اور ملک میں رھنے والے "تمام مذھبی گروھوں سے یکساں برتاؤ" کے مفہوم میں مستعمل ھوتی ھے تعجب یہ ھے کہ ڈاکٹر رادھا کرشنن جیسے شخص نے فلسفہ کی تاریخ کی مبادیات کو بھی فراموش کر دیا ھے لا دینیت (Secularism) ایک ایسا تصور ھے جو مغرب میں پیدا ھوا ۔ یہ لفظ (Seculum) سے ماخوذ ھے اور اس کے حقیقی معنے یہ ھیں کہ تحکمانہ مذھبی قوانین کو رد کر کے انسان حق و باطل کا معیار خود اپنے نفس میں تلاش کرے اور اس کے نتیجہ میں اسے ایک اخلاقی ضابطہ ھاتھ آجائے یعنی ایک ابدی الہامی قانون کے بجائے وہ ایک دنیاوی یا "زمانی" قانون کا پابند ھو جائے ۔ یہ بات کہ اس طرز فکر سے انسانوں کے مابین مساوات اور روا داری پیدا ھوگی لا دینیت (Secularism) کا نتیجہ تو ھو سکتی ھے لیکن یہ لادینیت (Secularism) کی تعریف نہیں ھو سکتی ۔ کیونکہ اس کی بنیاد اس پنہاں مفروضے پر ھے کہ چوں کہ تمام انسانوں کی عقلی اور اخلاقی تشکیل و تقویم یکساں طور پر عمل میں آئی ھے اس لئے اگر وہ اپنی تحکمانہ مذھبی روایات (جو کہ الہامی کتب پر مبنی ھیں) ترک کر دیں اور پبلک زندگی پر ان روایات کی گرفت ڈھیلی ھو جائے تو وہ حق و باطل کے معیارات پر اتفاق کر لیں گے ۔ ظاھر ھے کہ لادینیت یعنی سیکولرزم کی تعریف اس سے بہت مختلف ھے جو ڈاکٹر رادھا کرشنن سمجھ رھے ھیں مجھے یقین نہیں آتا کہ ڈاکٹر رادھا کرشنن تاریخ فلسفہ کے اس بنیادی سبق کو اتنی آسانی سے کیوں کر بھول سکتے ھیں ۔

لادینیت کی صحیح تعریف

لادینیت (Secularism) کی اس بنیادی تعریف کی روشنی میں ہندوستانی ریاست و حکومت کو لادینی (Secular) نہیں قرار دیاجاسکتا۔ محض یہ بات کوئی معنی نہیں رکھتی کہ ہندوستان کے دستور میں ایک دفعہ ایسی بھی شامل کر لی گئی ہے جس کا دعویٰ یہ ہے کہ ہندوستان ایک لادینی (Secular) مملکت ہے۔ اگر ہندوستانی دستور کی یہ دفعہ جس میں ہندوستان کو لا دینی مملکت قرار دیا گیا ہے حقیقتاً بامعنی ہوتی تو اس کی رو سے ہندو اکثریت پر یہ فرض عائد ہوتا ہے (جس طرح تمام اقلیتوں پر بھی یہی مساوی فرض عائد ہوتا ہے) کہ وہ پبلک زندگی سے ہندوؤں کی مذہبی روایات کی مداخلت کو خارج کر دیں لیکن ہندوستان کے باشندے جب لادینیت (Secularism) کا نام لیتے ہیں ان کی مراد یہ نہیں ہوتی۔ لفظی حیثیت سے لا دینیت (Secularism) سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ ہندو مت کے علاوہ دیگر مذاہب کے ساتھ بھی روا داری برتی جائے گی اور ان کے پیرون کے ساتھ بھی ہندوستانی شہریوں کی حیثیت سے مساوات کا برتاؤ کیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض ہندو معذرت خواہ جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہندوستانی دستور لادینی (Secular) نہیں ہے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہندوستانی دستور لا دینیت کا نہیں بلکہ مذہبی تعددیت (Religious Pluralism) کا قائل ہے۔ لیکن اگر ہم ''مذہبی تعددیت'' (Religious Pluralism) کا بغور جائزہ لیں تو یہ معلوم ہوگا کہ ٹھوس حقائق کی صورت میں اس کے معنے یہ ہیں کہ مثلاً سنہ ۱۹۶۰ع میں ہندوستان میں پینتیس کروڑ ہندو آباد ہوں گے چھ کروڑ مسلمان ہونگےاور چار کروڑ دیگر اقلیتیں ہوں گی اور یہ کہ ظاہری حالات میں ان تمام مذاہب کو پورے طور پر تسلیم کیا جائے گا اور انہیں سیاسی جواز عطا کیا جائے گا۔ اس طرح ہم پھر وہیں پہنچ جاتے ہیں جہاں سے چلے تھے یعنی اس ملک میں دوسری اقلیتوں مثلاً مسلمانوں، سکھوں، عیسائیوں، پارسیوں اور بدھ مت کے پیرووں کے بالمقابل ایک عظیم ہندو اکثریت ہے۔ عملاً اس کےمعنی یہ ہیں کہ ہندو اکثریت دوسرے مذاہب پر غالب و حکمران رہے گی۔ مگر یہ لا دینیت (Secularism) نہیں ہے نہ لفظی حیثیت سے اور نہ معنوی حیثیت سے۔ کیونکہ یہ اس امر کا سیدھا سادا اعتراف ہے کہ دوسرے

مذاہب کے بالمقابل ہندو اکثریت غالب رہے گی - مذہبی تعددیت (Religious Pluralism) کے یہ معنی یقیناً نہیں کہ ہندوؤں کی عظیم اکثریت یا دوسرے مذاہب کے پیرو پبلک زندگی سے اپنے مذہب کو بالکل خارج کر دیں یا سیاسی زندگی ان مذاہب کے اثرات سے بالکل آزاد رہے گی - عملی سیاست میں اس کے معنی یہ ہوں گے کہ تمام حالات میں ہندو اکثریت دوسرے مذاہب کے پیروؤں پر حکمراں رہے گی - یہ ہے ہندوستانی '' لا دینیت '' -

نظریہ کے اعتبار سے بھی - چونکہ '' لادینیت '' نہ صرف ایک افسانہ ہے بلکہ اس کو افسانہ کے طور پر استعمال کرنا بھی مقصود ہے اس لئے ہندوستانی دستور میں جہاں لادینیت کے بارے میں ایک دفعہ رکھی گئی ہے وہیں ایک اور دفعہ کی رو سے گئو ماتا کی حفاظت کا بھی انتظام کیا گیا ہے اس کی ترکیب یہ نکالی گئی کہ بطور اصول تمام جانوروں کی حفاظت کو لازمی قرار دیا گیا ہے - یہاں یہ سوال خود بخود پیدا ہوتا ہے کہ ایسے ملک میں جہاں انسانوں کو بھوک بیماری اور جہالت حتی کہ مذہبی دیوانگی کے پیدا کردہ کشت و خون سے محفوظ رکھنے کا بھی کوئی انتظام نہیں ہے اس امر کو کیوں ضروری خیال کیا گیا کہ دستور میں ایک خاص دفعہ شامل کر کے عام طور پر جانوروں کی حفاظت کا انتظام کیا جائے - ظاہر ہے کہ مقصد اصل میں یہ تھا کہ گئو ماتا کا تحفظ کیا جائے - اگر مملکت ہندوستان '' لا دینی '' نہیں بلکہ صحیح معنوں میں '' مذہبی تعددیت '' کے اصول کی پابند ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہندوستانی دستور میں جب کہ ایک طرف ہندو مذہب کے ایک بنیادی اصول یعنی گئو ماتا کا تحفظ کو نمایاں اہمیت دی گئی ہے تو اس کی وجہ کیا ہے کہ دیگر مذاہب کے کسی بنیادی اصول کو اس دستور میں کوئی جگہ نہیں دی گئی - اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کا موجودہ دستور از اول تا آخر ہندو مذہب کی روح سے معمور ہے -

بھارتی لادینیت

اب ہمیں روز مرہ کے ان تلخ حقائق کا بھی جائزہ لینا چاہئے جن سے ہندوستانی دستور کے نفاذ کے بعد ہندوستان کے لوگ دو چار ہیں - کیا یہ حقیقت نہیں کہ اس وقت ہندوستان میں ہندوؤں کی تین انتہا پرست فرقہ وارانہ

تنظیمیں یعنی جن سنگھ - مہاسبھا اور راشٹریہ سیوک سنگھ خوب پھل پھول رہی ھیں جن کا مقصد یہ ھے کہ ہندوستان کو تمام غیر ہندو عناصر بالخصوص مسلمانوں ، سکھوں اور عیسائیوں سے پاک صاف کر دیا جائے - کیا یہ واقعہ نہیں کہ یہ تنظیمات مستقل سیاسی جماعتوں کی حیثیت رکھتی ھیں اور اس کے علاوہ فوجی تنظیمات کی شکل میں بھی کام کرتی ھیں جو بڑے پیمانہ پر قتل و غارت کے لئے مہلک اسلحہ سے لیس ھیں - کیا اس حقیقت کو جھٹلایا جا سکتا ھے کہ تقسیم کے بعد سے مسلمانوں کے خلاف ہندوستان میں چھ سو سے زیادہ فرقہ وارانہ فسادات ہو چکے ھیں - کیا اس امر سے انکار کیا جا سکتا ھے کہ سنہ ۱۹۶۴ء کے انسانیت سوز فسادات میں مغربی بنگال کے وزیر اعلیٰ نے اس امر کا اعتراف کیا کہ ” ہندو پولیس نے مسلمانوں کے خلاف ہندو غنڈوں سے شروع کی کاروائیوں میں تعاون کیا۔ کیا کوئی متوازن ذھن رکھنے والا انسان اس امر سے انکار کر سکتا ھے کہ یہ زبردست اور طاقتور تنظیمیں جن کا ذکر ھم اوپر کر چکے ھیں ہندوستانی حکومت اور نظم و نسق کے اندرونی حلقوں میں قوی اثر نہیں رکھتیں اور یہ ان کی کاروائیوں کے متعلق اپنے دلوں میں ہمدردانہ جذبات کی کسک محسوس نہیں کرتے - کیا یہ واقعہ نہیں ھے کہ کشمیر کے پچاس لاکھ مسلمان جن کے متعلق بشمول ڈاکٹر رادھا کرشنن ہندوستانی حکومت کا یہ دعویٰ کہ انہیں پہلے ھی حق خود ارادی دیا جا چکا ھے ، پانچ چھ ڈویژن ہندوستانی فوج کی ظالمانہ دستبرد کا شکار نہیں ھیں - کیا یہی وہ لا دینیت ھے جس کے لئے ڈاکٹر رادھا کرشنن دنیا کی رائے عامہ کی تائید حاصل کرنا چاھتے ھیں - کیا یہی وہ جمہوریت ھے جس کی ہندوستان ایشیا کے لئے ایک تابندہ و درخشندہ مثال بن کر پیش ہونا چاھتا ھے - کیا یہ حقیقت نہیں ھے کہ مشرقی ہندوستان کے لاکھوں مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکال کر مشرقی پاکستان میں دھکیل دیا گیا ھے -

مسلمان تو زندہ در گور ھیں ھی ذرا سکھوں کا حال دیکھئے- ہندوستان کے تمام صوبوں کو لسانی اساس پر از سر نو منظم کیا گیا ھے مگر پنجاب ھی ایک ایسا صوبہ ھے جہاں ضمیر کی کسی ملامت کا احساس کئے بغیر سکھوں کے اس مطالبہ کو رد کر دیا گیا کہ انہیں بھی وھی لسانی حق دیا جائے

جو دوسرے صوبوں کو دیا گیا ہے ۔ دوسرے مذاہب کو چھوڑ دیجئے ۔ خود ہندوستان میں اعلیٰ ذات کے ہندوؤں نے کروڑوں اچھوتوں پر جو مظالم ڈھائے ہیں اور جس طرح ان کے جائز حقوق سے انہیں محروم کیا ہے وہ اس بات کا یقین دلانے کے لئے کافی ہے کہ عام ہندو جذبہ انسانیت سے کتنے خالی اور اخلاقی اعتبار سے کتنے پست ہیں ۔ آخر میں ہم اس عالمی رائے عامہ سے مطالبہ کریں گے جس کے سامنے ڈاکٹر رادھا کرشنن ''لادینیت'' کا منافقانہ دعویٰ لے کر کھڑے ہوئے ہیں کہ غیر جانبدار مبصرین کی ایک جماعت گذشتہ اٹھارہ سال میں ہندوستان کی اس کارگزاری کا پاکستان کی اسی مدت کی کارگزاری سے مقابلہ کر کے اپنا فیصلہ صادر کرے ۔

یہودی مذہب اور ہندو مذہب کی بنیادی مماثلت

ہندوستان کے پروپگنڈا باز خواہ کچھ بھی دعویٰ کریں اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کہ ہندو مت کی ہیئت ترکیبی کا یہ لازمی تقاضا ہے کہ وہ ہندو مذہب ' ہندوستانی سر زمین اور ہندو نسل کے مابین ایک غیر منقطع رشتہ تسلیم کرتا ہے اور اس رشتہ کو استوار کرنا چاھتا ہے ۔ اگر ہندو مت اس سہ گو نہ رشتہ سے انکار کر دے تو اس کا وجود ہی باقی نہیں رہ سکتا ۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح یہودی مذہب ۔ یہودی نسل اور ارض فلسطین کا سہ گونہ رشتہ اسرائیل کے نزدیک لازم و ملزوم ہے ۔ ان دونوں میں قطعاً کوئی فرق نہیں ۔ اسرائیلی حکومت کا بھی دعویٰ ہے کہ جو عرب مسلمان اسرائیلی شہریوں کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہے ہیں وہ اطمینان و مسرت کی زندگی گزار رہے ہیں اور انہیں ترقی کے یکساں مواقع حاصل ہیں ۔ ہندوستانی مسلمانوں اور سکھوں کے بارے میں ہندوستانی حکومت کا دعویٰ بھی بالکل یہی ہے ۔ لیکن جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے ہندوستان کی ملازمتوں اور خدمات عامہ میں ان کا تناسب کیا ہے اس کا اندازہ دنیا کے غیر جانبدار مبصرین خود کر سکتے ہیں ۔ اس سے انہیں معلوم ہوگا کہ ہندوستانی حکومت کی پالیسی کس رخ پر جا رہی ہے ۔ مسلمان تو فوج میں بھرتی کئے ہی نہیں جاتے لیکن سکھوں کی حالت بھی ان سے کسی طرح بہتر نہیں ہے ۔ مصدقہ اطلاعات کے بموجب ان سکھوں کو بھی جنہیں اعلیٰ فوجی خدمات پر لیا گیا

تھا سنہ ۱۹۶۲ء سے فوج سے الگ کیا جا رہا ہے کیونکہ حکومت کی پالیسی یہ ہے کہ ہندوستانی فوج خالصۃً ہندو ہونی چاہئے -

ہمیں اس امر کا اقرار ہے کہ جب جواہر لال نہرو لادینیت کے دعوے کرتے تھے تو ان دعووں میں کچھ نہ کچھ حقیقت ضرور تھی کیونکہ جواہر لال خود کسی مذہب کو نہیں مانتے تھے - مگر جواہر لال کی لادینیت صرف ان کی ذات تک محدود رہی کیونکہ وہ ہندوستان میں افکار و واقعات کی رفتار پر کوئی خاص اثر نہیں ڈال سکے جس کو دوسرے لوگ محسوس کر سکتے - اس حیثیت سے وہ ہندوستانی ہندوؤں میں بالکل تنہا اور منفرد تھے - مگر یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ جوں جوں ان کی عمر بڑھتی گئی خود جواہر لال میں بھی ایک متعصبانہ ذہنیت پیدا ہونے لگی - مثال کے طور پر انہوں نے شیوجی کی یادگار کی نقاب کشائی کرتے ہوئے یہ بیان دیا کہ شیوجی پہلا قوم پرست تھا جس نے بیرونی (یعنی مغل) حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعصب اور فرقہ وارانہ تنگ دلی کی فضا میں بڑے سے بڑے آزاد خیال انسانوں کا طرز فکر مسخ ہو جاتا ہے -

نہرو کی لادینیت

ڈاکٹر رادھا کرشنن تو کبھی بھی آزاد خیال نہ تھے - اس لئے اگر وہ اپنے عہد کے تقاضوں سے مجبور ہو کر بنیادی تصورات کی تعریفات کو بھی فراموش کر دیں تو شاید انہیں قابل معافی قرار دیا جا سکتا ہے - لیکن سب سے زیادہ عجیب منظر یہ ہے کہ مسٹر نندا - مسٹر چاون - مسٹر کامراج اور مسٹر لال بہادر شاستری بھی لادینیت کا راگ الاپ رہے ہیں - انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ دنیا اب بیدار ہو چکی ہے اور اتنے بڑے پیمانہ پر اس کو دھوکا دینا ممکن نہیں رہا ہے -

واقعہ یہ ہے کہ جہاں تک جواہر لال نہرو کا تعلق ہے ان کی لادینیت غیر موثر ہونے کے باوجود حقیقی تھی لیکن ہندو کانگریسیوں کی بڑی اکثریت اور بالخصوص ان کے دائیں بازو کے لئے لادینیت صرف ایک نعرہ ہے جس کے پردہ میں وہ اقلیتوں پر مظالم ڈھاتے رہتے ہیں اور انہیں ان کے حقوق سے محروم

رکھتے ھیں ۔ ھندومت کے نام پر علانیہ جو کچھ کرنا ناممکن تھا وہ ھندووں نے '' لا دینیت '' کے پردہ میں کر دکھایا ۔ اس سے پنڈت جواھر لال نہرو کی بے اثری کی نوعیت اور وسعت ظاھر ھو جاتی ھے اور یہ بھی معلوم ھو جاتا ھے کہ مسٹر نہرو ھندو مظالم کو چھپانے کے لئے ایک مؤثر پردہ تھے نہ کہ مسلمانوں کے حقوق کے محافظ ۔ نہرو کی موت کے بعد اب اس کا کوئی امکان نہیں رھا کہ ھندو کانگریس دنیا کو مزید فریب میں مبتلا کر سکے ۔

دوسری طرف پاکستان نے کسی کو دھوکہ دینے کی کوشش نہیں کی ۔ اس نے انتہائی دیانتداری کے ساتھ دنیا پر واضح کر دیا ھے کہ وہ ایک اسلامی مملکت ھے نہ کہ لادینی ۔ لیکن اس نے یہ کامیاب دعویٰ بھی کیا ھے کہ اسلام مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلم اقلیتوں کو بھی مساویانہ حقوق عطا کرتا ھے ۔ اسی وجہ سے دنیا پاکستان کی اسلامی مملکت کو شک و شبہہ کی نظر سے نہیں دیکھ سکتی لیکن وہ ھندوستانی قیادت کے لادینی دعووں پر کبھی یقین نہیں کر سکتی خواہ وہ کتنی شدت اور ظاھری عیاری کے ساتھ دنیا کے سامنے یہ دعوے پیش کرے ۔

(انگریزی سے ترجمہ : مظہرالدین صدیقی)